

منصور صفت گل *

فاطمہ فیاض (ترجمہ و حواشی) **

مجالس جہانگیری: مغل دور میں بر صغیر کی درباری تہذیب کا ایک اہم ماخذ

Abstract:

Majālis-e Jahāngīrī: An Important Source for the Darbārī Culture of the Mughal India

Majālis-e Jahāngīrī¹ is a chronicle written by Abdus Sattar², a courtier of the Mughal emperor Jahangir. The book is based on the minutes of day-to-day proceedings of Jahangir's darbār. The table of contents mentions 122 sittings but the text contains 114. This article analyzes the content and themes of these sittings and highlights the important aspects such as literary, religious and jurisprudential debates. Of the debates mentioned in the book, the following has been discussed in this article: The debate between Christianity and Islam, defended by Jerome Xavier³, the author of 'Āina-e Haq Numā⁴ and Islamic scholars of Jahangir's court respectively.

Keywords: Akbar, Jahangir, Mughal Empire, Majālis-e Jahāngīrī, Jahangirnama.

ہندوستان میں مغل دور حکومت، تہذیبی و معاشرتی اعتبار سے سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس دور کی تہذیب و ثقافت کے اجزائے ترکیبی میں بہت سی ایرانی خصوصیات شامل تھیں۔ ہندوستانی تاریخ اور بالخصوص مغلیہ عہد پر کثیر تعداد میں تحقیقات ہونے کے باوجود اس دور کی معاشرتی و تہذیبی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ابھی کثیر الجہت تحقیقی کاوشوں کی گنجائش باقی ہے۔ چند صدیوں پر محیط اس عہد کی حاصل کتب، رسائل، دستاویزات اور دیگر خطی نسخوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جن میں شائع شدہ متون کی تعداد سمندر کی نسبت قطرے کی ہے۔ اسی لیے اس عظیم الشان تہذیب کے متعلق کسی بھی متن کی تصحیح و اشاعت قابل تحسین اقدام ہے۔ مجالس جہانگیری کا شمار بھی ایسے ہی متون میں ہوتا ہے جو ہندوستان میں مغلیہ عہد کی درباری تہذیب کے آئینہ دار ہیں۔

مجالس جہانگیری کے بہتر متنی جائزے کے لیے اس دور کا تاریخی پس منظر مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ دور اپنے سے قبل اکبری عہد (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) کی روایات کا تسلسل ہے۔ البتہ جہانگیر (۱۶۰۵-۱۶۲۷ء) کا سیاسی رویہ عہد اکبری سے قدرے مختلف تھا۔ اکبر نے اپنے عہد حکومت میں سیاست و تمدن کو دین الہی اور صلح کل کے نظریات سے ہم آہنگ کیا۔ اس رویے نے کئی مخالفین کو جنم دیا جن میں خود اس کا ولی عہد اور جانشین جہانگیر بھی شامل تھا اور بالآخر یہی معاملہ جہانگیر کی اپنے والد کے خلاف بغاوت کا سبب بنا۔ عہد اکبری کی مذہبی رواداری، دربار اور اطراف کے بعض گروہوں کو پسند نہیں آتی تھی۔ جہانگیر نے پارسائی کا دعویٰ کرتے ہوئے والد کے خلاف انھیں بغاوت پر اکسایا۔ اگرچہ وہ بغاوت دب گئی لیکن دین الہی کے بعض طرف دار قتل ہو گئے جن میں رواداری کے فکری معمار، اکبری عہد کے مورخ اور اس دور کے تہذیبی و مذہبی خدوخال تراشنے والے فنکار یعنی ابوالفضل^۵ (م: ۱۶۰۲ء) بھی شامل تھے۔ اسی سبب سیاست جہانگیر عین مخالفت کے باوجود بعض جہتوں سے اکبری عہد کے بہت سے روایتی عناصر کی حامل تھی۔ مشہور کتاب مجالس المؤمنین^۶ کے مؤلف قاضی نور اللہ شوشتری^۷ (م: ۱۶۱۰ء) کا قتل عہد جہانگیری کی اسی مذہبی انتہا پسندی کی مثال ہے۔ مجالس جہانگیری میں جہانگیر کو اعتدال پسند دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ انھی مجالس کا باریک بینی سے جائزہ لینے سے اس کی مذہبی شدت پسندی عیاں ہو جاتی ہے۔ جہانگیر، ان تمام دعوؤں کے باوجود یوں تھا کہ:

ہماری ذات مقدس مظہر کل ہے اور جیسے خدا کو اپنے سب بندوں سے سروکار ہے اور وہ ہر ایک کو اپنے سایہ رحمت میں پالتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی اس کے سب بندوں سے سروکار ہے۔ ہم لوگوں کے مذہب و ملت سے قطع نظر کسی کو اپنی تربیت و پرورش کی رحمت سے محروم نہیں رکھتے^۸۔

مجالس جہانگیری کا متن معمول کی وقائع نویسی نہیں ہے۔ گویا یہ متن کسی ایسے مؤلف کی تخلیق ہے جسے دربار اور جہانگیر کی مجالس میں تقرب حاصل تھا۔ کتاب کے متن سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ مصنف سرکاری (درباری) مجلس نویس تھے یا نہیں۔ دسویں صدی ہجری اور مابعد کے سلاطین، جیسے ایران میں صفوی بادشاہوں کے دربار میں تو مجلس نویسی کا منصب موجود تھا۔ البتہ ہندوستان میں اکبری و جہانگیری دربار کی دیوانی روایت میں مورخ کو سرکاری حیثیت حاصل ہوا کرتی تھی۔ گویا جہانگیری عہد میں معتمد خان^۹ (م: ۱۶۳۹ء) نامی ایک شخص ایسے منصب پر فائز تھا۔ مجالس کے مؤلف، عبدالستار، اپنا تعارف واقعہ نویس^{۱۰} کے طور پر کرواتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات میں ان کے حوالے سے ایسے کسی منصب کا ذکر نہیں ملتا^{۱۱}۔

عبدالستار کی تحریر سے گمان ہوتا ہے کہ جہانگیر مؤلف کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہماری اس جنت نظیر مجلس کے جو واقعات تم تحریر کر رہے ہو، تم اور اعتماد الدولہ^{۱۳} [م: ۱۶۲۲ء] باہمی اتفاق سے اس میں سے جو حصے بھی جہانگیر نامہ میں درج کرنے کے لائق سمجھو، خان اعظم^{۱۴} [م: ۱۶۲۳ء] کے علم میں لاؤ اور اگر خان اعظم اس لائق سمجھے تو ہماری جناب میں پیش کرے تاکہ جہانگیر نامہ میں درج ہو سکیں^{۱۵}۔

جہانگیر کو تاریخ و ادب سے لگاؤ تھا اور جہانگیر نامہ گویا اس کی اپنی تحریروں میں سے ایک ہے۔

فہرست کتاب کے مطابق اس میں درج مجالس کی تعداد ۱۲۲ ہے لیکن متن میں ۱۱۴ مجالس موجود ہیں، گویا ۸ مجالس کا متن شامل نہیں ہے۔ لیکن (۱۰۱۷ھ-۱۰۲۰ھ/۱۶۰۸ء تا ۱۶۲۰ء) کے دورانیے میں تحریر شدہ مجالس کی یہ تعداد بھی دربار جہانگیری کی ثقافتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی قابل قدر معلومات فراہم کرتی ہے۔ ان مجالس میں زیر بحث لائے گئے موضوعات کی درج ذیل تقسیم بندی کی جاسکتی ہے:

- جہانگیر اور اس کے دربار کے صوفیانہ رجحانات اور صوفی مشائخ سے جہانگیر کی ارادت (جیسا کہ مجلس ۸۹ اور ۷۱) نیز اہل تصوف اور فلسفیوں کا باہمی تضاد

- مناظرہ اور ادبی بحث

- مذہبی مناظرہ (مجالس ۹۸، ۱۲، ۲۹، ۳۰، ۳۵، ۴۷، ۸۷، سنی شیعہ بحث کی مجالس ۳۱، ۴۷، ۵۲، ۷۶)

- فقہی و تفسیری مباحث (جیسا کہ مجلس ۵۰)

- کچھ سیاسی واقعات اور روزمرہ کی درباری سرگرمیوں کا ذکر۔

- ہندوستانی حکومت کے بیرون ملک معاملات (مجالس ۸۳، ۹۰، ۲۰۳، ۲۲۳)

- حاضرین مجالس کی قومیت شناسی: ایرانی، تورانی، ہندی اور انگریزی

- درباری عہدوں کا ذکر۔

مؤلف کے بقول یہ مجالس راتوں کو برپا ہوتیں لیکن ان کی زیب و آرائش درباری طور طریقوں کی عکاس ہے۔ اسی لیے یہ مجالس ہندوستان کی ”درباری تہذیب“ کا قابل توجہ نمونہ قرار دی جاسکتی ہیں۔ ان مجالس کو اکبری عہد کی تہذیبی اور کبھی مذہبی رواداری کا تسلسل شمار کرنا چاہیے۔ جہانگیر بعض مقامات پر خود کو ”مظہر کل“ کہلاتا اور غیر متعصب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے^{۱۶}۔

جہانگیر کی درباری تہذیب کا محور فارسی زبان اور شاعری تھی۔ اس ضمن میں دیوان حافظ سے استفادے کا رواج اور حافظ (م: ۱۳۹۰ء) اور سعدی (م: ۱۲۹۱ء) کا موازنہ قابل توجہ ہے۔ فارسی شاعری کی مرکزیت کے باوجود قصیدے کی زیادہ پذیرائی نہ تھی^{۱۷}۔

مجالس کا مؤلف دربار یا مجالس شبانہ کے مجلس نویس کے طور پر جہانگیر کا مداح ہے۔ وہ اپنے آقا کی بھرپور عقل مندی اور غیر معمولی فراست کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ سبھی گفتگوؤں میں جہانگیر حاضرین پر برتری لے جاتا ہے اور شاعری، مذہبی مباحث اور سیاسی مسائل میں اس کی رائے حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ وہ اس خوشامد میں اتنا بڑھ جاتا ہے کہ لکھتا ہے: ”حضرت [جہانگیر] کا فرمان، خدا کا فرمان ہے“^{۱۸}۔

ایک اور مقام پر افیون کے متعلق بحث چھڑتی ہے۔ ان مجالس میں افیون کا ذکر مکرر آتا ہے۔ ہم جانتے ہیں جہانگیر افیونی تھا اور اس کے درباری بھی افیون کے شدید عادی تھے۔ لگتا ہے مجالس کا مؤلف اس گروہ میں شامل نہ تھا۔ ان شبانہ گفتگوؤں میں ایک بار جہانگیر کو مؤلف یعنی عبدالستار کے زکام میں مبتلا ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اسے حکیم کے سپرد کیا جاتا ہے جو افیون کو معاملے کے طور پر تجویز کرتا ہے۔ اسی دوران افیون کے استعمال کی بات ہوتی ہے تو مؤلف اپنے افیونی نہ ہونے ذکر کرتا اور اپنے آقا سے اس معاملے میں توجہ چاہتا ہے۔ جہانگیر اسے دوبارہ حکیم کے حوالے کرتا ہے اور مؤلف سے کہتا ہے: ”ہم کیا کہیں؟“ لیکن عبدالستار سلطان سے قبول کروانا چاہتا ہے کہ اس کی بات حکیم کی بات سے برتر ہے، اسی لیے وہ اظہارِ عجز و نیاز میں مبالغے سے کام لیتا ہے۔

اس کتاب میں ایک اور قابل غور موضوع سیاسی گروہ بندی ہے جو مختلف مباحث کے دوران ظاہر ہوتی ہے۔ جہانگیر نے اکبری عہد کے اواخر میں مذہبی اختلافات کی بنیاد پر اپنے والد کے خلاف بغاوت کی لیکن تخت نشین ہونے کے بعد اکبری عہد کی بعض روایات کی پاسداری کی۔ اس کتاب میں درباریوں کے دو گروہوں کو اکبری اور جہانگیری^{۱۹} کا نام دے کر ان کے متعلق جہانگیر کی رائے بیان کی گئی ہے۔

اسی سبب کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے اہم تر موضوعات میں سے ایک، ایران سے متعلق مباحث اور ان کی تکرار ہے۔ اس موضوع کی بہتر تفہیم کے لیے اس دور کے تہذیبی و سیاسی پس منظر پر نگاہ ڈالنی چاہیے۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا دربار اپنی اساس میں ایرانی تہذیب اور روشن خیالی کی روش پر عمل پیرا تھا۔ جہانگیری عہد میں یہ فضا ایرانی عناصر کی بھرپور موجودگی کے باعث مزید گہری ہو گئی۔ جہانگیر کی بیگم اور درباری اراکین ایرانی تھے۔ وہ خود بھی ایرانی تہذیب سے بے حد متاثر اور اسی تہذیب و روایت کا پروردہ تھا۔ البتہ سیاسی منظر نامے کے اعتبار سے صورت حال مختلف تھی۔ اس دور میں ہندوستانی مغل بادشاہوں اور ایرانی صفوی بادشاہوں کے روابط محدود دوستی، رقابت، حسد، دشمنی اور جنگ پر مبنی تھے۔ اکبر و جہانگیر کے دور میں یہ فضا اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ ایران میں ان دو بادشاہوں کا ہم عصر شاہ عباس اول (م: ۱۶۲۹ء) تھا جس

کی دانائی اور جنگی طاقت سے آراستہ حکومت نے ایران کو سیاسی استحکام بخشا۔ اس کے ساتھ وہ اپنے حکومتی دائرہ کار کو قدیم حدود تک وسعت دینا چاہتا تھا اور یہی روش ان ہمسایوں سے کشمکش کا باعث بنی جن کے سرحدوں میں توسیع کے سلسلہ وار اور تاریخی دعوے کمزور تھے۔ جہانگیری عہد میں ایرانی افواج کی طرف سے قندھار پر دوبارہ تسلط (۱۶۳۹ء) دو طرفہ روابط میں کشیدگی کی بنیادی وجوہات میں سے ایک تھا۔ اسی لیے مجالس جہانگیری میں یہ دونوں موضوعات قابل غور ہیں۔

اس کتاب میں ایرانی تقویم کے رواج کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اگرچہ ہر مجلس کے عنوان میں قمری تاریخ کا اندراج ہے لیکن بعض مجالس کے متن میں ایرانی تقویم کا استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ”ماہ مہر الہی“،^{۲۰} ”امرداد الہی“،^{۲۱} وغیرہ۔ حتیٰ کہ سکے رائج کرنے کی تواریخ بھی ایرانی تقویم میں بیان ہوئی ہیں: ”آبان ماہ میں آگرہ میں سکہ رائج کیا“،^{۲۲}۔ یہ تقویم بھی اکبری روایات کا جزو تھی۔

جیسا کہ ذکر ہوا، ان مجالس کا کچھ حصہ ہندوستانی حکومت کے صفوی ایران سے سیاسی روابط کا عکاس ہے۔ یہ موضوع دو جہتوں سے قابل توجہ ہے:

الف: صفوی ایران اور شاہ عباس کی سیاست کو جس نکتہ نگاہ سے پیش کیا گیا ہے، وہ صفویوں کے لیے ہندوستان کی مخصوص سیاسی حکمت عملی کی نشان دہی کرتا ہے۔ سیاسی کشیدگی کی فضا میں یہ نکتہ نگاہ احساس برتری کا رنگ اختیار کر لیتا ہے، یہاں تک کہ ایک مجلس میں جہانگیر کے نام شاہ عباس کے خط کو ”عریضہ“^{۲۳} کہا گیا ہے۔ اس دور کی دیوانی اور دبیری روایت میں عریضہ کسی کم مرتبہ شخص کے بلند پایہ شخصیت کے نام خط کو کہا جاتا تھا۔ ایک اور حصے میں شاہ عباس کو ناخواندہ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ شاہ عباس پڑھنا لکھنا جانتا تھا، حتیٰ کہ اس نے جہانگیر کو بہ ذاتِ خود خط لکھ کر ارسال کیا تھا^{۲۴}۔ چنانچہ اندازہ ہوتا ہے کہ مجالس جہانگیری میں ایران کے متعلق جو معلومات دی گئی ہیں، وہ ہندوستان کی درباری فضا اور شبانہ مجلسوں کی کیفیات میں ڈھل کر الگ ہی منظر پیش کرتی ہیں۔ اسی متن میں ایک اور مقام پر شاہ عباس کا احترام آمیز ذکر ملتا ہے اور مصنف اسے دارائے ایران کا لقب دیتا ہے:

مبارک دن تھا۔ دارائے ایران، شاہ عباس، کا اپنی جوتخت نشینی کی مبارک باد اور حضرت عرش آشیان [اکبر بادشاہ] کی رحلت کے پر سے کے لیے بھیجا گیا تھا، شرف یاب ہوا^{۲۵}۔

شاہ عباس کے سفیر نے جہانگیر کو خط پیش کیا۔ صفوی بادشاہ نے جہانگیر کے اطمینان خاطر کے لیے خط کے ہمراہ ایک جداگانہ کاغذ پر اپنی مہر انگشتی ثبت کر کے بھجوائی تھی۔ عبدالستار کی تحریر کے مطابق وہ مہر یہ تھی: ”اللہم صل علی النبی و الوسی و البتول و السجاد و الصادق۔“ مصنف مزید لکھتے ہیں کہ شاہ عباس کی مہر انگشتی میں بارہ اماموں میں سے بعض دیگر کے

نام بھی تھے۔ شاہ عباس کا جہانگیر کے نام یہ خط شاہانہ مجلسوں میں صفوی بادشاہ کے مذہبی اعتقاد پر گفتگو کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ جہانگیر نے شاہ عباس کی مہر انگشتی کو غور سے دیکھ کر حاضرین سے کہا: ”اس میں امام حسین کا نام موجود نہیں۔ جب کہ اس گروہ (ایرانیوں) کے عقیدے کی بنیاد حسن اور حسین پر ہے۔“ اعتماد الدولہ بھی اس مجلس میں موجود تھا، اس نے جہانگیر کی رائے کی تائید کرتے ہوئے ضمناً یاد دہانی کروائی کہ یہ عبارت دراصل یوں ہے: ”اللہم صل علی النبی و الوصی والسبطين۔“ جہانگیر نے دوبارہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”بے حد عجیب بات ہے کہ بادشاہ کی مہر انگشتی میں پیغمبر، علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ کا نام تو ہو مگر حسن اور حسین کا نہ ہو۔“ یہ گفتگو جاری رہتی ہے۔ مصطفیٰ خان^{۲۷} (م: ۱۶۳۳ء) اور ”بعض دیگر ایرانی غلام“ جنہیں مجلس میں لب کشائی کی اجازت تھی، کہنے لگے کہ مذکورہ نگینہ کسی شخص نے اس وقت کندہ کیا جب شاہ عباس ابھی شاہ زادہ تھا۔ جب وہ تخت نشین ہو گیا تو بھی اس نے نگین کو بدخط اور ”کچھ غلط ہونے“ کے باوجود مبارک سمجھا اور اپنے پاس محفوظ رکھا۔ جہانگیر نے اس توجیہ کو ”معتول“ خیال نہ کیا اور کہا: ”شاہ [عباس] کے عقیدے کے پیش نظر تو کہا جاسکتا ہے کہ جس نگینے پر حسن و حسین کا نام کندہ نہ ہو، بادشاہ اسے منحوس اور نامبارک سمجھے۔“

پھر فیصلہ ہوا کہ خان خانان^{۲۸} (م: ۱۶۲۶ء) کو ”خاص عدسہ“ دیا جائے تاکہ وہ ”چار آنکھوں“ سے [عینک لگا کر] مہر انگشتی کا بخوبی ملاحظہ کرے، شاید کوئی اطمینان بخش جواب مل جائے۔ خان خانان نے یہ کام انجام دیا لیکن اس کی تحقیق کے نتیجے میں بھی نہ صرف یہ مشکل حل نہ ہوئی بلکہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا، کیونکہ اس نے جہانگیر سے کہا کہ اس مہر میں ”عسکری کا نام بھی نہیں ہے۔“ اس گفتگو کے اختتام پر جہانگیر کی طرف سے سوال پوچھا گیا: شاہ عباس پڑھنا لکھنا جانتا ہے یا نہیں؟ اعتماد الدولہ اور دیانت خان^{۲۹} نامی ایک درباری نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا ”یہی وجہ ہے کہ ان کے نگینے پر ابھی تک یہ نقش موجود ہے۔“

اگرچہ جہانگیر نے یہ جواب بھی قبول نہ کیا۔ یہ تمام بحث اس وقت قابل توجہ سمجھی جائے گی جب ہم یہ فرض کر لیں کہ گفتگوئیں واقعتاً یوں ہی ہوئیں۔ اس حصے میں ایران اور ”ایران زمین“^{۳۱} کا ذکر اور اس کے بادشاہ کو ”دارائے ایران“^{۳۲} کہا جانا اہم ہے۔ اس موضوع کا زیر بحث آنا اور اس پر گفتگو ہندی دربار اور صفویوں کی ظاہری و مخفی رقابت کی عکاس ہے۔

ب: مجالس جہانگیری میں ذکر ایران پر مشتمل دوسرے حصے میں ایک طرح کے ایرانی احساسات کا بیان ہے۔ یہ احساس عموماً جہانگیر کے ایرانی درباریوں کی جانب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جہانگیر کے عہد میں، بالخصوص اس کی سلطنت کے اواخر میں، امور سلطنت کی باگ ڈور تین اہم ایرانی النسل افراد یعنی جہانگیر کی چیتی ملکہ نور جہان بیگم^{۳۳} (م: ۱۶۳۵ء)،

اعتماد الدولہ اور اس کے بھائی کے ہاتھ میں تھی۔ اگرچہ عام طور پر ایرانی ہونے کا یہ احساس علی الاعلان ظاہر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ عملاً آشکار ہوتا تھا، لیکن بعض مقامات پر درباری منصبوں پر فائز کچھ افراد اپنے ایرانی النسل ہونے پر زور دیتے تھے۔ مثال کے طور پر، محمد قلی بیگ ایرانی ”جو ابھی ابھی گپیوں کے جرگے میں شامل ہوئے تھے“، ”کیونکہ میں ایرانی ہوں“،^{۳۴} کہہ کر اپنے اس امتیاز و تفاخر کا اظہار کرتے تھے۔ ایران اور ایرانیوں کے متعلق ایسے احساسات ان مجالس میں بیان ہوئے ہیں:

۹۵، ۸۳، ۸۲، ۸۰، ۷۱، ۸۸، ۵۴، ۵۳، ۵۱، ۲۲، ۲۱، ۱۶، ۹، ۸، ۴۔

مجالس جہانگیری کے قابل اعتنا مضامین میں سے ایک مسیحی-اسلامی مناظرے ہیں جسے ایرانی اصطلاح میں ردیہ نویسی کہا جاتا ہے۔ مجالس میں اس موضوع پر جو اشارے ملتے ہیں، وہ اسلام کے خلاف پرتگالی کیتھولک عیسائی پادریوں کی جدوجہد اور مسیحیت کی تبلیغ کا نقطہ آغاز ہے۔ اس کتاب کی چند مجالس مسیحی-اسلامی مناظروں پر بحث کے متعلق ہیں، جن میں سے اکثر مناظروں میں زیویر (Xavier) نامی ایک سرگرم پادری موجود ہے۔ اس کتاب میں اس پادری کا نام زیر و نیو شویر لکھا گیا ہے جو بلاشبہ اس نام کا ہندی تلفظ ہے۔ دیگر محققین نے اس نام کو گز او یہ، خاویر، زاویہ، زیویر، شاویر یا شویر لکھا ہے^{۳۵}۔

گویا زیویر کا خاندان مسیحیت کی تبلیغ میں بہت سرگرم تھا اور اکبری عہد کی مخصوص مذہبی فضا کے باعث انھیں اپنے افکار کی آزادانہ تبلیغ کے مواقع میسر تھے۔ مجالس جہانگیری میں اسے فرانسس زیویر^{۳۶} (م: ۱۵۵۲ء) کا بھتیجا کہا گیا ہے لیکن حازی^{۳۷} نے اس کی کتاب آئینہ حق نما کے خطی نسخے سے یہ نام زیر و نیو شویر نقل کیا ہے جو شاید وہی جروم زیویر Jerome Xavier یا Hieronymo Xavier ہے^{۳۸}۔

جروم زیویر سے قبل، فرانسس زیویر مسیحیت کی تبلیغ کرنے ہندوستان آیا تھا^{۳۹}۔ اس کے بعد جروم ہندوستان آیا اور اسے جہانگیر کے دربار میں رسائی حاصل ہو گئی۔ یہی وہ شخص ہے جو مجالس میں مغربی پادری کے طور پر موجود ہے اور مسیحیت کا دفاع کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مؤلف مجالس کی تحریر سے گمان ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ پادری کا رفیق رہا ہے اور اس مذہب کے متعلق بھی معلومات رکھتا ہے۔ جروم نے اس دور میں مسیحیت کے دفاع اور اسلام کے رد میں اپنی کتاب آئینہ حق نما فارسی زبان میں تحریر کی اور جہانگیر کو پیش کی۔ دربار جہانگیر میں اس کتاب پر مفصل بحث کا ذکر مجالس جہانگیری میں آیا ہے۔

عبدالستار ۲۷ صفر، ۱۰۱۹ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۶۱۰ء کو بپا ہونے والی چودھویں مجلس میں زیویر کے متعلق ایک بحث لائے ہیں۔ گمان ہوتا ہے کہ اس بحث میں درج یہ خصوصی معلومات زیویر کی کتاب کے متعلق ہیں کیونکہ اس کے نیچے جہانگیر کو

کتاب پیش کیے جانے کی تاریخ تفصیلاً درج ہے۔ مذکورہ تاریخ کو جسے عبدالستار نے جزئیات کے ساتھ یوں لکھا ہے ”اتوار کی شب، رات کا ایک پہر گزر چکا تھا۔۔۔“، جہانگیر نے اسے طلب کیا۔ جب عبدالستار مجلس میں داخل ہوا، ”ہر مذہب اور عقیدے کے عقلی و نقلی علوم کے ماہر، مسلمان، عیسائی، ہندو برہمن اور الہیات، طبیعیات، ریاضی اور علم ہندسہ کے رموز جاننے والے حکما“ اور علمائے تاریخ کو مجلس میں حاضر دیکھا۔ اسی مجلس میں زیرونیوشویر [زیویر] پادری جو فرنگی دانشوروں کا سربراہ تھا ”دیگر علما کے ساتھ مذہبی مناظرے میں سرگرم تھا۔“ عبدالستار کے بقول، ”رات کے وقت فرنگی پادری نے ایک ضخیم کتاب، مقدس نظر سے گزاری اور یہ کہتے ہوئے پیش کی کہ میں نے پورے بارہ سال اس کی تالیف میں دن رات ایک کیے ہیں اور اپنے دین کی حقیقت کے اثبات میں یہ کتاب لکھی ہے۔“ کتاب کی پیشکش کے نتیجے میں مناظرہ برپا ہو گیا جس میں وہاں موجود علما نے پادری کی جانب سے بیان کردہ عقائد کے رد میں گفتگو کی۔ بحث کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہانگیر اس بارے میں علما کے استدلال سے مطمئن نہیں ہوا اور آخر کار اس نے عبدالستار کو پادری سے مناظرہ کرنے کے لیے کہا۔ عبدالستار کی مسیحی عقائد سے آگہی کا درجہ اسی بحث سے عیاں ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پادریوں سے قدیم روابط تھے اور وہ ان کے عقائد سیکھتا رہا تھا۔ مناظرے کے انجام کی پیش بینی کی جاسکتی ہے۔ عبدالستار پادری پر غالب آ گیا اور اس کے باطل عقائد کی حقیقت آشکار کر دی۔

جروم زیویر اپنی کتاب کے مقدمے میں جہانگیر کی خوشامد کرتے ہوئے اسے ”بادشاہ جہان مطاع“ کا لقب دیتا ہے۔ کتاب کے مباحث ایک ”پادری“ اور ”مسلمان ملا“ کے درمیان گفتگو کی صورت میں پیش کیے گئے ہیں جس کے اختتام پر مسلمان ملا، پادری کی باتوں اور استدلال پر تسلیم خم کر دیتا اور اقرار کرتا ہے کہ ”اب میں اپنی بازی ہار گیا اور میں نے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے ظاہری و باطنی اختیار کی کلید آپ کے دست تصرف کے سپرد کر دی اور خود کو مسیحیوں کے دائرہ کار میں شامل کر لیا اور انجیل کا پیروکار بن گیا۔“ اگرچہ عملی طور پر مختلف مسیحی فرقوں کے پادریوں کا بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان خیالات کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے تھے۔

اگرچہ مجالس جہانگیری کے مباحث سے ظاہر ہے کہ زیویر کے نظریات کو فوری طور پر دربار جہانگیر کے علما کی تنقید کا سامنا کرنا پڑا اور چند مجالس میں مسیحی-اسلامی مناظروں کا تذکرہ بھی ہوا ہے لیکن آئینہ حق نما پر علمائے ہند کے کسی تحریری رد عمل کا کوئی ذکر مجالس جہانگیری میں نہیں ملتا۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کتاب پر علمائے اصفہان کی طرف سے سنجیدہ علمی رد عمل سامنے آیا۔ جہانگیر نے اس کتاب کا ایک نسخہ شاہ عباس اول کو بھجوا یا۔ صفوی دربار میں اس کتاب کی

شہرت کے بعد اس دور کے ایک عالم سید احمد علوی عالمی^{۴۱} (م: ۱۶۵۰ء)، جو محقق کرکی (۱۲۶۱ - ۱۵۳۴ء) کے پوتے تھے، نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی۔ حازی کے مطابق اس تردیدی کتاب کا نام مصقل صفا در تجلیہ آیینہ حق نمادر تثلیث نصارا^{۴۲} تھا۔ حازی نے اس کتاب کا تفصیلی جائزہ لے کر رائے دی ہے کہ تردید لکھنے والے علما کو مسیحی تبلیغ اور پرہنگالی استعماری حکومت کے درمیان رابطے کا علم نہ تھا چنانچہ انھوں نے اس سے متعلق کچھ نہیں لکھا^{۴۳}۔

اس کے باوجود میراث مکتوب، تہران، سے شائع ہونے والی کتاب اسناد پادریان کرملی (۱۳۸۳ش/۲۰۰۴ء) میں کئی مسیحی-اسلامی مناظروں کی روداد درج ہے جو صفوی دربار کے اس مسئلے سے کسی حد تک آگاہ ہونے کا ثبوت ہے۔ مجالس جہانگیری میں اس موضوع پر مذکورہ مباحث اسلامی مذہبی شدت کی عکاس ہیں لیکن ہندوستان میں موجود فرنگیوں کی طرف جہانگیری دربار کا رویہ انھیں درپیش خطرے سے غفلت کی نشان دہی کرتا ہے۔

اس کتاب کی موجودہ اشاعت کے متعلق کچھ نکات کی نشان دہی لازمی ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر کوئی بحث یا عبارت کسی توضیح کے بغیر حذف کر دی گئی ہے^{۴۴}۔ کچھ معمولی چھپائی کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ ۱۴۳ کی آخری سطر میں ”الہ اکبر“ کے بجائے ”اللہ اکبر“ ہونا چاہیے۔ یا صفحہ ۱۷۳ پر ”ای رباعی“ کو ”این رباعی“ لکھنا چاہیے۔ صفحہ ۳۳۶ کے حاشیے میں اسد اللہ سورن ملیکیان شیروانی کو دو لوگوں کا نام قرار دیا گیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص کا نام ہے۔ مجالس کی ترتیب میں نویں اور دسویں مجلس بے ترتیب ہو گئی ہے۔ سولہویں اور بیسویں دونوں مجلسوں کی تاریخ ماہ ربیع الاول کی آخری شب لکھی گئی ہے۔ کتاب کے ضمیمے میں کچھ اہم تصاویر دی گئی ہیں۔ شاید بہتر ہوتا کہ جہانگیر اور شاہ عباس اول کی تصویر کے ساتھ یہ توضیح لکھی جاتی کہ مذکورہ تصویر خیالی^{۴۵} ہے کیونکہ ان دونوں کی کبھی باہم ملاقات نہیں ہوئی۔



حواشی و حوالہ جات

- * پروفیسر، شعبہ تاریخ، تہران یونیورسٹی، تہران۔
- ** (پ: ۱۹۸۸ء) اسٹنٹ پروفیسر، گرمانی مرکز زبان و ادب، لاہور۔
- ۱۔ مجالس جہانگیری واحد دریافت شدہ نسخے کی بنیاد پر عارف نوشاہی اور معین نظامی کی تدوین و تحقیق سے ۲۰۰۶ء میں مرکز پژوهشی میراث مکتوب، تہران، سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کو ۲۰۰۶ء ہی میں ایرانی تنظیم سازمان اسناد و کتابخانه ملی جمہوری اسلامی ایران کی جانب سے اعزاز سے نوازا گیا۔ مجالس جہانگیری پر متعدد ایرانی اور مغربی تحقیقی جرائد میں مقالات شائع ہو چکے ہیں۔
- ۲۔ عبدالستار بن قاسم لاہوری اکبری اور جہانگیری عہد کے ماہر مسیحیت مؤلف اور مترجم تھے۔ ان کے والد قاسم لاہوری کے متعلق گمان ہے کہ وہ تاریخ فرشتہ کے مؤلف محمد قاسم فرشتہ (م: ۱۲۲۰ء) ہیں۔ عبدالستار نے اکبر کے حکم پر پرتگالی زبان سیکھی اور کئی مغربی کتب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ عبدالستار جہانگیری عہد میں درباری مجالس کی روداد نویسی پر مامور تھے اور ان کا شمار جہانگیری کے قابل اعتماد امرا میں ہوتا تھا۔ ان کی اہم تصانیف میں ثمرات الفلاسفہ، احوال فرنگستان، تذکرۃ الحکماء اور خلاصۃ ظفرنامۃ یزدی وغیرہ شامل ہیں۔
- دیکھیے: حسین کشتلی برزگر، ”عبدالستار لاہوری“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی: ادب فارسی در شبہ قارہ، بہ سرپرستی حسن انوشہ، (تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش)، ج ۳، ۲/ ۱۷۰۱۔
- نبی ہادی، Dictionary of Indo-Persian Literature (نئی دہلی: ایچ ٹاوی پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ۲۸۔
- ۳۔ جروم زیویر (Jerome Xavier ۱۵۴۹ء-۱۶۱۷ء) مشہور عیسائی پادری فرانسس زیویر (م: ۱۵۲۲ء) کے خاندان سے تھے۔ زیویر مسیحی مشنری کے طور پر ۱۵۸۱ء میں لڑبن، پرتگال، سے ہندوستان کے شہر گوا میں آکر آباد ہوئے۔ زیویر کو ۱۵۹۳ء میں مغل دربار تک رسائی حاصل ہوئی اور وہ بیس سال تک اکبری اور جہانگیری دربار کے مترجمین میں شامل رہے۔ انھوں نے فارسی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اکبر کے حکم پر مسیحی مذہب کے متعلق اپنی تحریر کردہ کئی پرتگالی کتب کا عبدالستار لاہوری کی مدد سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا، جیسا کہ مرآت القدس اور داستان احوال حواریان۔ زیویر کی دیگر اہم فارسی تالیفات میں آئینہ حق نما اور آداب سلطنت شامل ہیں۔ زیویر کی زندگی پر اولین تحقیق فرانسیسی محقق کیس آرٹوف نے ۱۹۵۷ء میں شائع کی۔
- دیکھیے: حسین کشتلی برزگر، ”گز او یہ، ژردو نیو“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، بہ سرپرستی حسن انوشہ، ج ۳، ۲۱۰۴-۲۱۰۵۔
- آرٹوف کیس [Arnulf Camps]، *Jerome Xavier S. J. and the Muslims of the Mogul Empire: Controversial Works and Missionary Activity* (فرانکفرٹ: سینٹ پالز پریس، ۱۹۵۷ء)۔
- نبی ہادی، Dictionary of Indo-Persian Literature، ۶۲۲۔
- سٹیفن نیل [Stephen Neill]، *History of Christianity in India*، ۱۸۰-۱۸۵۔
- ۴۔ آئینہ حق نما اکبری اور جہانگیری دربار سے وابستہ پرتگالی عیسائی پادری جروم زیویر (۱۵۴۹ء-۱۶۱۷ء) نے ۱۶۰۹ء میں تالیف کرنے کے بعد جہانگیر کو پیش کی۔ یہ کتاب اسلام پر مسیحیت کی برتری کے حق میں تحریر کی گئی ہے اور درج ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے: اول انسانوں کے لیے دین خدا کی ضرورت، دوم خدا کے متعلق عیسائی مذہب کی تعلیمات، سوم عیسیٰ کی خدائی، چہارم انجیل اور اسلامی احکامات کا موازنہ، پنجم عیسائی مذہب کے حق میں ملنے والے دلائل اور دیگر ادیان پر اس کی برتری۔ زیویر نے منتخب آئینہ حق نما کے عنوان سے اسی کتاب کی تلخیص مرتب کی جس کا ایک نسخہ جہانگیر نے شاہ عباس صفوی اول (م: ۱۶۲۹ء) کو بھجوا دیا۔ مذکورہ کتاب کے جواب میں اس دور کے صف اول کے اصفہانی عالم دین احمد علوی عالمی نے ۱۶۲۲ء میں مصقل صفادرتجلیہ و تصفیۃ آئینہ حق نما کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ مغربی دنیا میں یونیورسٹی آف کیمبرج کے پروفیسر

بنیاد جلد ۱۱، ۲۰۲۰ء

سیمونل لی نے *Controversial Tracts on Christianity and Mohammedanism* میں آئینہ حق نما پر تحقیق کی۔ دیکھیے: حسین کشتلی برزگر، ”گزایہ، ژرونیو“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، بہ سہریتی حسن انوشہ، ج ۲/ ۳، ۲۱۰۳-۲۱۰۵۔ سٹیفن نیل [Stephen Neill]، *History of Christianity in India* (یکمبرج: یکمبرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۲ء)، ۱/ ۱۸۳-۱۸۴، ۲۰۵-۲۰۴۔

۵۔ ابوالفضل علّامی (۱۵۵۱ء - ۱۶۰۲ء) اکبری عہد کے اہم ترین ادیب، مؤلف اور تاریخ نویس تھے۔ ابوالفضل کو ان کے برادر ملک اشعرا فیضی (م: ۱۵۹۵ء) کے توسط سے ۱۵۷۴ء میں دربار اکبری میں رسائی حاصل ہوئی اور وہ اپنی بے پناہ ذہانت و استعداد کے باعث اعلیٰ ترین دیوانی عہدوں اور مناصب پر فائز رہے۔ انھوں نے اکبر کی مذہبی اور سیاسی حکمت عملی کی تشکیل میں کلیدی کردار کیا۔ ابوالفضل فارسی زبان کے بے مثل صاحب اسلوب نثر نگار ہیں، ان کے اہم تاریخی اور ادبی تصانیف میں اکبر نامہ، آئین اکبری، انشای ابوالفضل یا مکاتبات علّامی، مجمع اللغات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ رسالہ مناجات، کشکول (مجموعہ حکایات) بھی ان سے منسوب ہیں۔ انھوں نے بعض کتب کا سنسکرت، عربی اور دیگر زبانوں سے فارسی میں ترجمہ کیا جن میں ”عیار دانش“ کے عنوان سے کلیلہ و دمنہ کا عربی سے فارسی ترجمہ اہمیت کا حامل ہے۔ ابوالفضل مہاراجہ کے فارسی ترجمے اور تاریخی الفی کی تدوین میں بھی شامل رہے۔ ابوالفضل کو شہزادہ سلیم کے حکم پر راجہ بیرنگھ نے قتل کیا جس کا تذکرہ تزک جہانگیری میں بھی موجود ہے۔

دیکھیے: حسین کشتلی برزگر، ”ابوالفضل علّامی“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۲/ ۳، ۷۱-۷۸۔ ابن مبارک ابوالفضل، *The Ain i Akbari*، مرتبہ: ایچ بلوچ مین [H. Blochmann] (فرینکفرٹ: یوہان وولفگانگ گوتھے یونیورسٹی، ۱۹۹۳)، ۱۷-۱۸، ۲۵-۲۶، ۳۰-۳۱۔

نبی ہادی، *Dictionary of Indo-Persian Literature*، ۲۲۔

۶۔ مجالس المؤمنین اکبری عہد کے قاضی القضاات اور شیعہ عالم دین قاضی نور اللہ شوشتری (م: ۱۶۱۰ء) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب آغاز اسلام سے صفوی عہد تک کے اکابر اہل تشیع علماء، حکماء، ادباء، عرفا اور شعرا کا تذکرہ ہے۔ مجالس المؤمنین کے مندرجات میں ایک مقدمہ، بارہ مجالس اور اختتامیہ شامل ہے۔ مجالس کی تفصیل یوں ہے: مجلس اول، ائمہ کے متعلق بعض اہامک کا ذکر؛ مجلس دوم، اہل تشیع قبائل کا ذکر؛ مجلس سوم، اکابر اہل تشیع کے دو قبائل کا ذکر: قبیلہ اول، بنی ہاشم کے مشاہیر اور قبیلہ دوم، غیر بنی ہاشم اہل تشیع؛ مجلس چہارم، ذکر تابعین؛ مجلس پنجم، تبع تابعین میں سے بعض متکلمین، مفسرین، محدثین، فقہاء، مجتہدین، اعیان قراء اور اہل نحو و لغت کا ذکر؛ مجلس ششم، اکابر صوفیہ کی جماعت کا ذکر؛ مجلس ہفتم، حکمائے اسلام کے مشاہیر اور معروف متکلمین کا ذکر؛ مجلس ہشتم، ملوک و سلاطین کا ذکر؛ مجلس نہم، امرا اور سپہ سالاروں کا ذکر؛ مجلس دہم، وزرائے عظام کا ذکر؛ مجلس یازدہم، عرب شعرا کا ذکر؛ مجلس دوازدہم، عجمی شعرا کا ذکر۔ مجالس المؤمنین متعدد بار ایران سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مواقف المؤمنین کے عنوان سید محمد بشیر (الہ آباد، ۱۹۲۳ء) نے کیا۔ ایک اور اردو ترجمہ نامعلوم مترجم (آگرہ، ۱۹۱۳ء) کی جانب سے مجالس المؤمنین کے عنوان سے کیا گیا۔

دیکھیے: جواد شریفی، مجالس المؤمنین، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۲/ ۳، ۲۱۷۴-۲۱۷۵۔

۷۔ قاضی سید نور اللہ شوشتری (م: ۱۶۱۰ء) شیعہ فقیہ، متکلم، محدث اور شاعر تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید شریف کے زیر سایہ شوشترا، ایران، میں حاصل کی اور ۱۵۸۴ء میں ہندوستان ہجرت کر گئے۔ انھیں ابوالفتح گیلانی (م: ۱۵۸۸ء) کے توسط سے دربار اکبری میں رسائی حاصل ہوئی۔ اکبر نے انھیں انعام و اکرام سے نوازا اور بالآخر قاضی القضاات کے عہدے پر فائز کیا۔ جہانگیری عہد کے بعض علماء کی مخالفت کے نتیجے میں قاضی نور اللہ شاہی غتاب کا شکار ہوئے۔ جہانگیر کے حکم پر قاضی نور اللہ کو تازیانے لگائے گئے اور وہ اس سزا کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئے۔ قاضی نور اللہ کی تحریر کردہ کتب و

- رسائل کی تعداد سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔ ان کی اہم تالیفات میں مجالس المؤمنین اور احقاق الحق قابل ذکر ہیں۔
دیکھیے: اختر رسولی، قاضی نور اللہ شوشتری، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۴/۳، ۲۶۱۲-۲۶۱۳۔
- نبی ہادی، Dictionary of Indo-Persian Literature، ۶۷۶-۷۷۷۔
- ۸۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، مجلس ہمای شبانہ دربار نورالدین جہانگیر از ۲۴ رجب ۱۰۱۷ھ تا ۱۹ رمضان ۱۰۲۰ھ، قلعہ، مقدمہ اور تعلیقات: عارف نوشاہی و معین نظامی، (تہران: مرکز پژوهشی میراث مکتوب، ۱۳۸۵ش)، ۳۴۔
- ۹۔ محمد شریف معتمد خان (م: ۱۶۳۹ء) جہانگیری عہد کے ایرانی اہل درباری اور تاریخ نگار تھے۔ وہ جہانگیری دربار کی وقایع نویسی پر مامور تھے اور جہانگیرنامہ کے ۱۶۲۱ء سے ۱۶۲۳ء تک کے واقعات بھی جہانگیر کے حکم پر معتمد خان نے تحریر کیے۔ انھیں شاہ جہانی دربار میں بھی عزت و احترام حاصل رہا۔ معتمد خان کی تحریر کردہ معروف کتاب اقبال نامہ جہانگیری امیر تیمور (م: ۱۳۰۵ء) سے لے کر جہانگیری عہد تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے۔
دیکھیے: حسین کشتی برزگر، ”معتمد خان“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۴/۳، ۲۳۸۷۔
- نبی ہادی، Dictionary of Indo-Persian Literature، ۴۴۳۔
- ۱۰۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، ۴۳۔
- ۱۱۔ آفتاب اصغر، تاریخ نویسی فارسی در ہندوستان، (لاہور: مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۸۵ء)، ۲۱۳-۲۲۰۔
- ۱۲۔ جہانگیر نامہ یا تزک جہانگیری، شہنشاہ ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر (م: ۱۶۲۷ء) کی فارسی خودنوشت ہے جس میں انھوں نے اپنے سال تخت نشین یعنی ۱۶۰۵ء سے لے کر ۱۶۲۱ء تک کے حالات و واقعات قلمبند کیے ہیں۔ جہانگیر کی بیماری کے باعث ۱۶۲۱ء سے ۱۶۲۳ء تک کے واقعات معتمد خان (م: ۱۶۳۹ء) نے تحریر کیے اور بعد میں میر محمد ہادی نامی ایک مؤلف نے اس کتاب میں سلطنت جہانگیر کے آخری چار سالوں کی روداد کا اضافہ کیا۔ یہ کتاب جہانگیری عہد کی درباری، سیاسی، ادبی اور ثقافتی زندگی پر اہم ترین دستاویز تصور کی جاتی ہے۔ جہانگیر نامہ کی اولین اشاعت ”تزک جہانگیری“ کے عنوان سے ۱۸۶۳ء میں علی گڑھ سے ہوئی۔ کئی مشرقی اور مغربی زبانوں میں اس کتاب کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا پہلا مکمل انگریزی ترجمہ Memoirs of Jahangir کے عنوان سے انگریز راجرز نے ۱۹۰۹ء میں رائل ایشیائی سوسائٹی لندن سے شائع کیا۔ جہانگیر نامہ کا اردو ترجمہ اعجاز الحق قدوسی نے ۱۹۶۳ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع کیا۔
دیکھیے: حمیدہ حقی، ”جہانگیر نامہ“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۴/۱، ۹۰۶-۹۰۷۔
- نورالدین محمد جہانگیر، The Jahangirnama: Memoirs of Jahangir, Emperor of India، مترجم: ویلر تھیکسن (نیو یارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۹ء)، ix-X۔
- ۱۳۔ اعتماد الدولہ میرزا غیاث بیگ تہرانی (م: ۱۶۲۲ء) اکبری عہد میں کابل کے خزانہ دار اور جہانگیری عہد میں وزیر اعظم سلطنت کے عہدے پر فائز رہے۔ اعتماد الدولہ خواجہ محمد شریف تہرانی، شاہ طہماسپ (م: ۱۵۷۶ء) کے درباری اور وزیر اصفہان، کے فرزند تھے اور ۱۵۷۶ء میں اپنے والد کی وفات کے بعد مع اہل و عیال ہندوستان آکر آباد ہو گئے۔ غیاث بیگ کو ۱۵۷۷ء میں اکبری طرف سے سبکی منصب دیا گیا اور جلد ہی کابل کے خزانچی مقرر ہوئے۔ ۱۵۹۶ء میں منصب ہفت صدی اور دیوان بیوتات عطا ہوا۔ اگرچہ غیاث بیگ کو اکبری عہد میں بھی اعزاز و اکرام حاصل رہا البتہ جہانگیری عہد میں ان کی صاحبزادی مہرالنسا بیگم کے جہانگیر سے عقد کے بعد انھیں اعلیٰ ترین دیوانی عہدوں سے نوازا گیا جن میں وزارت عظمیٰ، چھ ہزاری منصب اور پرچم و نقارہ شامل ہے۔ اعتماد الدولہ کا مزار آگرہ، ہندوستان میں ہے۔
دیکھیے: مصمّم الدولہ/ شاہنواز خان، مآثر الامراء، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء)، ۱/۱۳۵-۱۳۱۔

- ۱۳۔ ایلین میکس فیڈلی، *Nur Jahan: Empress of Mughal India* (نئی دہلی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۳)، ۸-۱۳۔
خان اعظم مرزا عزیز کوکہ (م: ۱۶۲۴ء) اکبر کے وزیر اعظم، شمس الدین محمد خان اتکد اور دانی اتکد کے فرزند تھے۔ رضاعی برادر ہونے کے ناطے اکبر بادشاہ خان اعظم کا خاص احترام کرتے تھے۔ خان اعظم کو ۱۵۷۲ء میں گجرات اور بعد میں بہار اور مالوا کا گورنر مقرر کیا گیا۔ انھوں نے فتح قلعہ گوالیار سمیت کئی اہم فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ وہ جہانگیر کے دربار سے بھی وابستہ رہے البتہ شہزادہ خسرو کی جہانگیر سے بغاوت کے بعد جسے خان اعظم کے ایما پر محمول کیا گیا، ان کی پہلے جیسی سیاسی قدر و منزلت برقرار نہ رہ سکی۔ خان اعظم خطاطی میں مہارت رکھتے تھے اور کبھی کبھار شعر بھی کہتے تھے۔
دیکھیے: مصمام الدولہ، مآثر الامراء، ۱/ ۶۷۱-۶۸۹۔
ابن مبارک ابوالفضل، *The Ain i Akbari*، ۲۸۲۔
رادھے شیام، *The Kingdom of Ahmadnagar* (دہلی: موتی لال بنارس داس، ۱۹۶۶ء)، ۱۸۰-۱۸۱۔
۱۵۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، ۴۳۔
۱۶۔ ایضاً، ۱۸۴، ۲۰۱۔
۱۷۔ ایضاً، ۱۹۹۔
۱۸۔ ایضاً، ۱۸۸۔
۱۹۔ ایضاً، ۱۷۸، ۲۱۱۔
۲۰۔ ایضاً، ۲۲۳، ۲۹۳۔
۲۱۔ ایضاً، ۲۱۲۔
۲۲۔ ایضاً، ۲۵۵۔
۲۳۔ ایضاً، ۲۱۲۔
۲۴۔ نصر اللہ فلسفی لکھتا ہے کہ شاہ عباس نے قندھار پر دوبارہ تسلط کے بعد جہانگیر کو بذات خود ایک خط لکھا۔
دیکھیے: نصر اللہ فلسفی، زندگانی شاہ عباس اول، جلد ۴ اور ۵، طبع پنجم، (تہران: علمی، ۱۳۷۱ ش)، ۴۰۵۔
۲۵۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، ۱۹۳۔
یہاں پر مصنف یہ بھی لکھتا ہے کہ شاہ عباس کا سفیر جہانگیر کے دربار کی ابدی شان و شوکت اور آن جناب کی بلند بخت وضع داری کی تمکنت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔
۲۶۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، ۱۹۴۔
۲۷۔ مصطفیٰ خان (م: ۱۶۳۳ء) سے مراد شاید مصطفیٰ بیگ ترکمان خان ہیں جو جہانگیری عہد کے امرا میں سے تھے۔ یہ شاہجہانی دربار سے بھی وابستہ رہے اور مختلف فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ ان کی وفات ۱۶۳۳ء میں ہوئی۔
دیکھیے: مصمام الدولہ، مآثر الامراء، ۳/ ۳۲۶-۳۲۷۔
۲۸۔ مرزا عبدالرحیم خان خاناں (۱۵۵۶-۱۶۲۶ء) ہمایوں بادشاہ (م: ۱۵۵۶ء) کے مصاحب اور سپہ سالار بیرم خان (م: ۱۵۶۱ء) کے لائق فرزند تھے۔ بیرم خان کے قتل کے بعد ۱۵۶۱ء میں کم سن عبدالرحیم کو اکبر کے حکم پر مغل دربار میں لایا گیا۔ اکبر نے ان کی تربیت و پرورش پر خصوصی توجہ دی۔ عبدالرحیم نے جن علما کے زیر نگرانی ابتدائی تعلیم حاصل کی ان میں ملا محمد اندجانی کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی شادی خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کی بہن ماہ بانو (م: ۱۵۹۷ء) سے ہوئی۔ عبدالرحیم کے چار فرزند مرزا ایرج (۱۵۸۵ء-۱۶۱۹ء)، داراب خان (۱۵۸۶ء-۱۶۲۴ء)، مرزا قارن (۱۵۸۹ء-۱۵۹۹ء)

اور مرزا رحمان داد (۱۶۰۰ء-۱۶۱۹ء) تھے۔ مورخین نے ان کی تین بیٹیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے دو جاناں بیگم اور خیرالنسا تھیں جبکہ تیسری کا نام معلوم نہیں۔ عبدالرحیم ۱۵۸۲ء میں شہزادہ سلیم کے اتالیق مقرر ہوئے۔ انھوں نے کئی اہم فوجی مہمات میں اپنی جنگجویانہ مہارت کا مظاہرہ کیا جن میں گجرات، سندھ اور دکن کی مہمات قابل ذکر ہیں۔ بہادر سپاہی ہونے کے ساتھ علم و فضل میں بھی یکتا زمانہ تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، ترکی اور سنسکرت کے ماہر تھے اور ان زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ان کے ہندی شعری مجموعوں میں معروف ترین دوبا والی، دوہوں کا مجموعہ ہے۔ البتہ سیاسی و انتظامی مصروفیات کے باعث اپنا دیوان مرتب نہ کر سکے۔ عبدالرحیم نے کئی مقامی لہجوں اور زبانوں میں بھی شعر کہے جیسا کہ کھڑی بولی، برج بھاشا اور دنگل۔ عبدالرحیم پرنگلی سمیت بعض یورپی زبانیں بھی جانتے تھے۔ انھوں نے ۱۵۹۰ء میں اکبر کے حکم پر تنزک بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ ایرانی، وسطی ایشیائی اور مقامی شعرا اور ادبا کی بھرپور سرپرستی کرتے۔ شکیلی، اصفہانی، نظیری، نیشاپوری، ملا نورالدین ظہوری، ملا ملک قتی، یل قلی بیگ ایشی، مولانا کامی سبزواری، عبدالباقی نہاندی، فریدالدین، تلسی، داس، کوئی گنگ وغیرہ ان کے دربار سے وابستہ بعض اہم ادبی شخصیات میں شامل ہیں۔

دیکھیے: مصاصم الدولہ، مآثر الامرا، ۱/۶۸۹-۷۰۸۔

سی آر ٹائیک، 'Abdu'r-Rahīm Khān-I-Khānān and his literary circle' (احمد آباد: گجرات یونیورسٹی، ۱۹۶۶ء)، ۲۹، ۳۳، ۳۵-۴۴، ۵۷، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹،

- دیکھیے: حمیدہ جتتی، ”نور جہاں بیگم“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی، ج ۴/۱، ۲۶۱۴-۲۶۱۷۔
- ایلیسن بینکس فینڈلی [Ellison Banks Findly]، *Nur Jahan: Empress of Mughal India*، ۳-۶۔
- نبی بادی، *Dictionary of Indo-Persian Literature*، ۴۷۱-۴۷۲۔
- ۳۴۔ عبدالستار لاہوری، مجالس جہانگیری، ۱۳۶۔
- ۳۵۔ عبدالہادی حائری، نخستین رویارویی های اندیشه گران ایران بادورویہ تمدن بورژوازی غرب، (تہران: امیرکبیر، ۱۳۶۷ش)، ۴۷۱، ۵۰۲۔
- ۳۶۔ سینٹ فرانسس زیویر (St. Francis Xavier ۱۵۰۶ء-۱۵۵۲ء) نویر اسپیس میں پیدا ہوا اور جزیرہ شاگون، چین میں فوت ہوا۔ ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ فرانسس زیویر ۱۵۳۷ء میں پادری بننے کے بعد کنگ جان سوم (م: ۱۵۵۷ء) کے کہنے پر ۱۵۴۰ء میں روم سے گوا آیا۔ اس نے انڈیا کے جنوبی ساحلوں پر تبلیغ کی اور بیس ہزار کے قریب لوگوں کو عیسائی بنایا۔ اس نے تامل یلکھی اور گاؤں گاؤں عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ گوا میں ہی اس نے عیسائی تبلیغی مرکز میں تعلیم دینا شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تبلیغ سے ہزاروں لوگ عیسائی ہوئے۔
- دیکھیے: رابرٹ ایل بریلے [Robert L. Bireley]، *St. Francis Xavier*، مشمولہ: 3، *Encyclopædia Britannica*، ۱۳ اپریل ۲۰۲۰ء، www.britannica.com/biography/Saint-Francis-Xavier۔ Encyclopædia Britannica, Inc. ۲۸ مئی ۲۰۲۰ء۔
- سٹیفن نیل [Stephen Neill]، *History of Christianity in India*، ۱۳۵/۱-۱۳۹۔
- ۳۷۔ عبدالہادی حائری (۱۸۹۶-۱۹۵۳ء) ایرانی مورخ، اخبار نویس اور تاریخ کے استاد تھے۔ انھوں نے فارسی ادب میں کینیڈا سے پی ایچ ڈی کی اور دوران تحصیل فارسی کے استاد بھی رہے۔ اس کے بعد فردوسی یونیورسٹی، مشهد میں شعبہ ادبیات و علوم انسانی سے وابستہ ہوئے۔ ان کی تصانیف میں تشیع و مشروطیت در ایران و نقش ایرانیان مقیم عراق، نخستین رویارویی های اندیشه گران ایران: بادورویہ تمدن بورژوازی غرب، تاریخ الحركات والنشاطات الماسونیه فی العالم الاسلامی وغیرہ شامل ہیں۔
- دیکھیے: جت فلاح توتکار، زندگی، آثار و اندیشه ہای تاریخ نگارانہ دکتر عبدالہادی حائری (تہران: پژوهشکدہ تاریخ اسلام، ۱۳۹۴ش)۔
- ۳۸۔ عبدالہادی حائری، نخستین رویارویی های اندیشه گران ایران بادورویہ تمدن بورژوازی غرب، ۵۰۲۔
- ۳۹۔ ایضاً، ۴۷۱۔
- ۴۰۔ ایضاً، ۴۷۲-۴۷۳۔
- ۴۱۔ سید احمد علوی (م: ۱۶۴۴ء-۱۶۵۰ء) بن زین العابدین علوی عالمی اصفہانی، حکیم، متکلم، محدث، مفسر شفاء ابن سینا اور مکتب فلسفہ اصفہان کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے شیخ نور الدین علی کرکی، شیخ بہائی اور میر داماد کی خدمت میں رہ کر فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر معارف اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ سید احمد کو عبرانی زبان پر عبور حاصل تھا اور وہ تورات و انجیل سے گہری آشنائی رکھتے تھے۔ انھوں نے اسلام کے دفاع، رسالت محمدیہ کے اثبات اور مخالفین اسلام کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جواب میں کئی کتب تحریر کیں۔ سترہویں صدی عیسویں میں جب بعض عیسائی مبلغین نے اسلام مخالف کتب نویسی کا ایک سلسلہ شروع کیا تو سید علوی نے علمی محاذ پر ان کا بھرپور مقابلہ کیا۔ فلسفہ، کلام، دیگر معارف اسلامی اور انجیل پر مکمل دسترس کے باعث انھوں نے اسلام مخالف اعتراضات کے جواب میں مؤثر کتب تحریر کیں جن میں مصقل صفا، لواحق ربانی، صواعق الرحمان اور لطائف غیبیہ شامل ہیں۔ علاوہ برائیں، سید علوی نے عربی اور فارسی زبان میں متعدد کتب اور رسائل تحریر کیے ہیں جن میں کحل الابصار، حواشی بر اشارات ابن سینا، مفتاح الشفا، حواشی بر الہیات شفاء ابن سینا بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

بنیاد جلد ۱۱، ۲۰۲۰ء

دیکھیے: محمد موجد، ”احمد علوی“، مشمولہ: دائرہ المعارف بزرگ اسلامی، زیر نظر کاظم موسوی بجنوردی (تہران: مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، ۱۳۷۷ ش)، ۷/ ۷۲-۷۵۔

۳۲۔ مصقل صفا در نقد کلام مسیحیت میر سید احمد علوی عالمی کی تالیف ہے۔ یہ کتاب جروم زیویر کی تالیف آئینہ حق نما پر تنقید اور اس کا رد ہے۔ مصقل صفا ۱۳۷۳ ش میں قم، ایران، سے حامد ناجی کی تصحیح اور مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی دریافت پروفیسر ہنری کر بن (۱۹۰۳ء-۱۹۷۸ء) نے کی چنانچہ کتاب پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے اور مقدمے میں اس کی تاریخ اور اہمیت پر ان کا لیکچر بھی شامل کیا گیا ہے۔ متن کی تین فصول ہیں۔ پہلی فصل مسئلہ تثلیث والوہیت پر ہے۔ دوسری فصل میں وفات اور رفع مسیح کے مسئلے پر بحث ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے متعلق بشارتوں پر بحث کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں انجیل کی عبارات کے تضاد اور اختلاف پر بات کی گئی ہے۔ کتاب کے اختتام پر مصنف نے خاتمیت نبی اکرم کی بحث کی ہے۔ ان سبھی تفصیل میں آئینہ حق نما کے محتویات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور مناظراتی انداز میں دلائل دیے گئے ہیں۔

دیکھیے: میر سید احمد علوی، مصقل صفا، تصحیح حامد ناجی اصفہانی، (قم: امیر ۱۳۷۳ ش)۔

۳۳۔ عبدالہادی حارّی، نخستین رویارویی های اندیشه گران ایران بادورویہ تمدن بورژوازی غرب، ۳۸۱-۳۸۴۔

جہاگیر کی شاہ عباس اول سے ملاقات کا یہ خیالی عکس ابوالحسن نامی مصور نے ۱۹۱۸ء میں بنایا۔ یہ عکس فری گیلری آف آرٹ، سمٹھ سونین انٹی ٹیوٹ، واشنگٹن، میں محفوظ ہے۔

دیکھیے: نورالدین محمد جہاگیر، *The Jahangirnama: Memoirs of Jahangir, Emperor of India*، ۲۔

مآخذ

- ابوالفضل، ابن مبارک۔ *The Ain i Akbari*۔ مرتبہ: ایچ بلوچ مین [H. Blochmann]۔ فرینکفرٹ: یوہان وولفگانگ گوتھے یونیورسٹی، ۱۹۹۳۔
- اصغر، آفتاب۔ تاریخ نویسی فارسی در ہندو پاکستان (طبع اول)۔ لاہور: مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۸۵ء۔
- برزگر، حسین شہتلی۔ ”ابوالفضل علامی“۔ مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی: ادب فارسی در شبہ قارہ (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۷۶-۷۸۔
- _____۔ ”عبدالستار لاہوری“۔ مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۱۷۰۱۔
- _____۔ ”گز او یہ، ژرونیو“۔ مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۲۱۰۴-۲۱۰۵۔
- _____۔ ”معتمد خان“۔ مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۲۳۸۷۔
- بریلے، رابرٹ ایل [Bireley, Robert L.]۔ ”St. Francis Xavier“۔ مشمولہ: *Encyclopædia Britannica*۔ ۱۳ اپریل ۲۰۲۰ء۔
- Encyclopædia Britannica, Inc.۔ www.britannica.com/biography/Saint-Francis-Xavier۔ ۲۸ مئی ۲۰۲۰ء۔
- توتکار، جت فلاح۔ زندگی، آثار و اندیشہ ہمای تاریخ نگارانہ دکتہ عبدالہادی حارّی۔ تہران: پژوهشکدہ تاریخ اسلام، ۱۳۹۳ ش۔
- جہاگیر، نورالدین محمد۔ *The Jahangirnama: Memoirs of Jahangir, Emperor of India*۔ مترجم: ویلر تھیکسٹن۔ نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۹ء۔
- حارّی، عبدالہادی۔ نخستین رویارویی های اندیشه گران ایران بادورویہ تمدن بورژوازی غرب۔ تہران: امیر کبیر، ۱۳۶۷ ش۔

- جنتی، حمیدہ۔ ”جہانگیر نامہ“۔ مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۹۰۶-۹۰۷۔
- رسولی، اختر۔ ”قاضی نور اللہ شوشتری“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۲۶۱۲-۲۶۱۳۔
- شریفی، جواد۔ ”محاسن المؤمنین“، مشمولہ: دانشنامہ ادب فارسی (جلد ۴: ادب فارسی در شبہ قارہ)۔ بہرپرستی حسن انوشہ۔ تہران: سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ ش۔ ۲۱۷۵-۲۱۷۶۔
- شیام، رادھے۔ *The Kingdom of Ahmadnagar*۔ دہلی: موتی لال بناری داس، ۱۹۶۶ء۔
- مصمام الدولہ/خان، شاہنواز۔ مآثر الامرا (جلد ۱)۔ مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری۔ لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء۔
- علوی، میر سید احمد، مصقل صفا۔ تصحیح حامد ناجی اصفہانی۔ قم: امیر ۷۳ ش۔
- فلسفی، نصر اللہ۔ زندگانی شاہ عباس اول۔ (جلد ۴ اور ۵، طبع پنجم)۔ تہران: علمی، ۱۳۷۱ ش۔
- فینڈلی، ایلینس بینکس [Findly, Ellison Banks]۔ *Nur Jahan: Empress of Mughal India*۔ نئی دہلی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء۔
- کیمپس، آرنلٹ [Camps, Arnulf]۔ *Jerome Xavier S. J. and the Muslims of the Mogul Empire: Controversial Works and Missionary Activity*۔ سینٹ پالز پریس، ۱۹۵۷ء۔
- مودعہ، محمد، ”احمد علوی“، مشمولہ: دائرہ المعارف بزرگ اسلامی (جلد ۷)۔ زیر نظر کاظم موسوی بجنوردی۔ تہران: مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، ۱۳۷۷ ش۔ ۷۲-۷۵۔
- نائیک، سی آر [Naik, C. R.]۔ *Abdu'r-Rahīm Khān-I-Khānān and his literary circle*۔ احمد آباد: گجرات یونیورسٹی، ۱۹۶۶ء۔
- نیل، سٹیفن [Neill, Stephen]۔ *History of Christianity in India*۔ کیمرج: کیمرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۲ء۔
- ہادی، نبی۔ *Dictionary of Indo-Persian Literature*۔ نئی دہلی: ناویلی کیشنز، ۱۹۹۵ء۔